© rasailojaraid.com

رسول مقبول ﷺ کا اپنے عہد کی عرب شاعری پر تبصرہ اور اقبال

ڈاکٹر محمد سلیم اختر

حضرت علامہ اقبال ایک عظیم فلسفی اور زبردست شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دردمند مصلح قوم بھی تھے۔ آپ کی تحریروں میں، منظوم ہوں یا منثور، انگریزی میں ہوں یا اردو و فارسی میں، جگہ جگہ امت مسلمہ کو درپیش مسائل پر بالعموم اور برصغیر کے مسلمانوں کو لاحق گوناگوں عوارض پر بالخصوص اظہار خیال ملتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کا ایک مرغوب موضوع 'ادب برائے زندگی' کے مسلک کا پرچار، اور 'ادب برائے ادب' کے عقیدے کے استقام کا بیان ہے۔

۹۸۔۱۹۹۷ء میں میں جب دانشگاہ تہران میں پاکستان چیئر پر تعیناتی کے دوران اپنی کتاب *اقبال شناسی: جستاری در اندیشہ و ہنر علامہ دکتر محمد اقبال لاہوری*[1] پر کام کر رہا تھا تو اس میں علامہ اقبال کی بعض اردو نگارشات سے اہل ایران کی آشنائی کے لیے جو اور چیزیں شامل کیں، ان میں ایک مضمون علامہ مرحوم سید وزیر الحسن عابدی کا بھی تھا، جو اس سے قبل وزارت اطلاعات حکومت پاکستان کے فارسی مجلے *ہلال* (کراچی) میں ''نظر انتقادی پیغمبر اسلام راجع میں شعر'' کے عنوان سے شائع ہو چکا تھا۔[2] تہران میں ضروری وسائل اور ذرائع کی عدم دستیابی اور کتاب کی اشاعت میں استعجال کے باعث تحقیقی ریزہ کاری کی روش میں اعتدال بلکہ اس سے ایک حد تک انصراف ناگزیر تھا۔

مذکورہ بالا مضمون سے یہ تو واضح تھا کہ وہ تحریر حضرت علامہ کی ہے اور اس کا ترجمہ استاد محترم سید وزیر الحسن عابدی نے کیا ہے، لیکن اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی تھی کہ حضرت علامہ کی اس تحریر کا ماٴخذ کیا ہے۔ بعد میں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ مضمون کا پہلا حصہ حضرت علامہ اقبال کے ایک انگریزی مضمون کا،[3] اور دوسرا حصہ عبدالرحمٰن چغتائی کے مرتب کردہ *مرقع چغتائی* (دیوان غالب مصور)[4] پر اقبال کے انگریزی پیش لفظ کا ترجمہ ہے جس میں سے عابدی صاحب نے *مرقع چغتائی* یا خود چغتائی صاحب کے بارے میں حضرت علامہ کے اشارات کو موضوع زیر بحث پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تذبہ برقرار رکھنے کی غرض سے حذف کردیا ہے۔

عابدی صاحب کا فارسی ترجمہ مترجم کی مختلف زبانوں میں قادرالکلامی کا منہ بولتا ثبوت ہے، البتہ بعض جگہوں پر ایسے لگتا ہے گویا ترجمے میں ناخودآگاہ طور پر تشریح کا عنصر بھی درآیا ہے۔ اس کے علاوہ استاد مرحوم نے مضمون کے نصف دوم میں مذکور اقبال کے شعر:

حسن را از خود برون جستن خطاست
آنچہ می بایست پیش ما کجاست ؟ [5]

کو قیاسی طور پر حضرت (مولانا) جلال الدین رومی سے منسوب کردیا ہے۔ اسی طرح مضمون کے آخر میں "(۱۹۱۶ء)" مرقوم ہے۔[6] گویا اقبال کی اس تحریر کا تعلق کسی طرح عیسوی سن ۱۹۱۶ء سے ہے، یہ بھی درست نہیں، اس لیے کہ پیش لفظ کے آخر میں خود اقبال نے "۲۱ جولائی ۱۹۲۸ء" کی تاریخ رقم کی ہے، جب کہ مضمون زیر بحث کا پہلا حصہ اقبال نے "Our Prophet's Criticism of Contemporary Arabian Poetry" کے عنوان سے نیو ایرا، لکھنؤ، میں ۲۸ جولائی ۱۹۱۷ء کو شائع کیا تھا۔

اقبال کے مرقع چغتائی پر پیش لفظ کے اردو ترجمہ کا متن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے کہیں نہیں دیکھا، البتہ نیو ایرا میں مطبوعہ اقبال کے انگریزی مضمون کا ترجمہ ڈاکٹر جاوید اقبال کی کتاب زندہ رود: حیات اقبال کا وسطی دور، جلد دوم، ص ۱۹۸۔۱۹۷،[7] اور علامہ اقبال: تقریریں، تحریریں اور بیانات، مترجم اقبال احمد صدیقی، ص ۱۸۲۔۱۸۰، میں دیکھا جاسکتا ہے۔[8] یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ زندہ رود میں شامل ترجمہ پختگی اور انسجام کی ایک عمدہ مثال ہے، جب کہ موخرالذکر ترجمہ میں رواروی کا عنصر غالب ہے۔

اس مضمون کا فارسی ترجمہ، عابدی صاحب کے ترجمے کے بہت بعد کا، ایرانی اسکالر مرحومہ ڈاکٹر شہیندخت کامران مقدم (صفیاری) کے قلم سے زندگی وافکار علامہ اقبال لاہوری، ص ۲۹۱۔۱۹۰[9] میں مندرج ہے۔ یہاں اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ عابدی صاحب اور خانم کامران مقدم (صفیاری) کے فارسی تراجم میں عنترہ کے شعر کا پہلا مصرعہ درست نقل نہیں ہوا۔ عابدی صاحب کے مضمون میں یہ مصرعہ اس طرح:

''ولقد ابیت علی الطوی واظلہ'' ۱۰

اور شہیندخت مقدم (صفیاری) کے ہاں یوں دکھائی دیتا ہے:

''ولقد ابیت الطوی والظلہ'' ۱۱

دور حاضر سے اقبال کی شخصیت اور پیغام کو جو مناسبت ہے اس کے پیش نظر ان پر بے شمار کتابیں اور مضامین ہر روز منظر عام پر آتے رہتے ہیں، لیکن ان میں تحقیق و تدقیق کا عنصر الا ماشاء اللہ کم ہی ہوتا ہے، یہاں تک کہ خود حضرت علامہ کی انگریزی اور اردو منثور نگارشات کے کسی بے عیب مجموعہ کی تلاش آج ان کی وفات کے چھیاسٹھ برس بعد بھی ہے۔ جس میں علامہ اقبال کے ذکر کردہ اعلام و مقامات و کتب کے بارے میں ابتدائی تعارف، یا آخر میں کوئی مبسوط قسم کا انڈکس قاری کی رہنمائی کے لیے موجود ہو، جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

اقبال ہو یا کوئی اور موضوع بدقسمتی سے اکثر سرکاری ادارے مطبوعات کی تعداد بڑھانے کے چکر میں اور کاروباری اشاعتی ادارے پیسہ کمانے کے لالچ میں تحقیقی و علمی ترجیحات کو بسا اوقات بالکل اہمیت نہیں دیتے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عربی، فارسی، انگریزی اور اردو میں کامل دسترس رکھنے والے اہل علم و نظر جنہیں مبادیات فلسفہ سے بھی کم از کم واجبی آشنائی ضرور حاصل ہو، باہمی مشاورت اور مشارکت سے حضرت علامہ کے بالخصوص نثری آثار کے مختلف زبانوں میں ترجمے اور تعلیق کے کام کو مسلمہ علمی معاییر کے مطابق سنجیدگی سے آگے بڑھائیں، کیونکہ ان کے افکار کے بارے میں سنجیدہ تحقیق کی باری اس کے کہیں بعد آتی ہے۔

اب آیئے ایک نظر مذکرہ بالا مطبوعہ انگریزی پیش لفظ پر ڈالیں۔ اس میں جگہ جگہ غلطیاں نظر آتی ہیں مثلاً پہلے صفحہ پر سطر ۱۱ میں ''in the poem of Zubur-i-Ajam'' میں ''the'' کے بجائے ''a'' یا ''the

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''last'' ہونا چاہیے، اسی طرح ''Zubur'' کے ہجے ''Zabur'' ہونے چاہئیں۔ اس کے علاوہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ص ۲ پر سطرے میں ''a single decadent'' کے بعد ''poet'' یا ''artist'' کا لفظ درج ہونے سے رہ گیا ہے۔ علاوہ ازیں لفظ ''changes'' کے بعد علامت وقف (.) کے بجائے جملہ نبی کریمؐ کے قول مبارک کے آخر تک جوں کا توں جاری رہنا چاہیے۔ اسی صفحے پر سطر ۲۱ میں کلمۂ ''defy'' دستوری اعتبار سے درست نہیں، یہاں ''defies'' لکھا جانا چاہیے تھا۔ اس کے بعد اگلے صفحہ پر میری ناقص رائے کے مطابق ''attributes'' پر جملہ ختم ہو جانا چاہیے۔ ''تخلقو'' کا املاء ''تخلقوا'' ہونا چاہیے اور اگلی سطر میں مفہوم کو واضح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ''اجر غیر ممنون'' سے پہلے انگریزی فل سٹاپ کو حذف کر کے ''اجر غیر ممنون'' کی عبارت کو ہلالین میں محصور کر دیا جائے۔

اسی طرح *نیو ایرا* میں مطبوعہ اقبال کے انگریزی مضمون کا جو متن لطیف احمد شیروانی کی کتاب میں ملتا ہے وہ بھی طباعت کی اغلاط سے پاک نہیں۔ اس میں ص ۱۲۴، سطر ۲۵ میں ''means'' کے بجائے ''moans'' سطر ۲۷ میں ''poetro'' کے بجائے ''poetry'' اور ص ۱۲۵، سطر ۲ میں ''idential'' کے بجائے ''identical'' اور نیچے سے دوسری سطر میں ''Thns'' کے بجائے ''Thus'' پڑھا جانا چاہیے۔ ان ڈھیر ساری اغلاط کے پیش نظر مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اسی صفحے کی آخری سطر میں بہ تقاضائے سیاق عبارت ''evolution'' کے بجائے لفظ ''evaluation'' ہونا چاہیے اور میں نے ترجمہ کرتے وقت اسی کو مدنظر رکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب چند کلمات ان شخصیات کے بارے میں جن کا ذکر اقبال کی متذکرہ بالا تحریروں میں (جن کا اردو ترجمہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے) آیا ہے۔

امرؤ القیس

چھٹی صدی ہجری کا ایک معروف شاعر جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے عربی شاعری میں باقاعدہ قصیدے کی صنف کا آغاز کیا، اور قافیے کے اصول متعین کیے، اور عربی شاعری میں ایک نئی جان ڈالی۔ طہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حسین کے نزدیک جو اشعار امرؤالقیس کی طرف منسوب ہیں، ان میں سے اکثر وہ ہیں جن کا اس سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ [۱۲] ابن قتیبہ کی تحقیق کے مطابق لبید بن ربیعہ (متوفی ۴۰ھ/۶۶۱-۶۶۰ء) [۱۳] جیسا منجھا ہوا شاعر جو خود ''اشعرالعرب'' اور ''اشعرھوازن'' جیسے القاب سے مشہور ہے، کہتا ہے کہ سب سے بڑا شاعر امرؤالقیس ہے۔ [۱۴]

عنترہ

چھٹی صدی ہجری کا وسطی عرب کے قبیلہ عبس سے متعلق، صاحب معلقہ، جنگ آزما شاعر۔ بہت سے قطعات وقصائد جو اس سے منسوب ہیں، مشکوک ومشتبہ ہیں۔ [۱۵]

آتیلا

پانچویں صدی عیسوی کے نصف اول (۴۵۳-(؟)۴۰۶ء) کا ہن فاتح جس نے بیس برس حکومت کی لیکن اپنے ظلم وبربریت کی وجہ سے آج تک ''غضب خداوندی'' کے لقب سے معروف ہے۔ [۱۶]

چنگیز

تموچین بن یسوکائی بہادر (۶۲۴-۶۰۰ء) منگول فاتح، جس نے ۶۱۶ء میں مملکت خوارزم پر حملہ کیا اور پھر دو سال کے قلیل عرصے میں پورے ایران پر چھا گیا۔ [۱۷] اس کے ظلم وستم اور سفاکی وبربریت کی داستانوں سے تاریخ ایران بھری پڑی ہے۔

فِختہ

Fichte, Johann Gottlieb (1762-1864)، جرمن فیلسوف، کانٹ (Kant) کا شاگرد، اور شیلنگ (Schelling) کا استاد۔ خودی اور فطرت کے حوالے سے فِختہ اور اقبال کے نظریات میں ایک دلچسپ ہم آہنگی دیکھنے میں آتی ہے۔ [۱۸]

اقبال کو نبی کریمؐ کی ذات ستودہ صفات سے جو بے پناہ عشق ہے اہل فکر ونظر اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود تو اس عشق کی آگ میں دن رات جلتا ہی تھا، اس کی انتہائی کوشش اور خواہش تھی کہ ساری امت مسلمہ بھی عشق مصطفیٰ کے جذبے سے اسی طرح سرشار ہو جائے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

طرح عشق انداز اندر جان خویش — تازہ کن با مصطفیٰ پیمان خویش [19]

مصطفیٰ بحر است و موج او بلند — خیز و این دریا را بجوی خویش بند [20]

بمنزل کوش مانند مہ نو — دزین نیلی فضا ھر دم فزون شو

مقام خویش اگر خواہی درین دیر — بحق دل بند و راہ مصطفیٰ رو [21]

جہاں ہماری عزت و آبرو کا سرچشمہ یہی نام ہے' [22] وہاں ہماری بقاو ترقی کا راز بھی اسی ہستی کی پیروی میں پنہاں ہے۔[23] اقبال نے زندگی کے ہر مرحلے پر آنحضرتؐ ہی کی حیات طیبہ سے رہنمائی اور الہام حاصل کیا، چونکہ بقول اس کے:

ابر آذار ست و من بستان او — تاک من نمناک از باران او [24]

چنانچہ یہ کیسے ممکن تھا کہ آرٹ جس کا انسانی زندگی کے ساتھ چولی دامن کا تعلق ہے اس کی گتھیاں سلجھانے کے لیے اس کی باادب نگاہ آنحضرتؐ کی ذات بابرکات کے بجائے کسی اور طرف اٹھتی۔ بقول جامی [25]

نسخۂ کونین را دیباچہ اوستؐ — جملہ عالم بندگان و خواجہ اوستؐ

مندرجہ ذیل دونوں شذرے بھی جنہیں راقم نے اقبال کی انگریزی تحریروں سے براہ راست اردو میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے یہی پیغام دیتے ہیں کہ:

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست — بحر و بر در گوشۂ دامان اوست [26]

(۱)

نبی کریمؐ نے اپنے عہد کی عربی شاعری کے بارے میں وقتاً فوقتاً جن ناقدانہ خیالات کا اظہار کیا وہ تاریخ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محفوظ ہیں لیکن دو موقعوں پر جو تنقیدات آپ نے فرمائیں ان سے ہندوستانی مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس لیے کہ ان کے ادب کا بیشتر حصہ ان کے قومی انحطاط کے دور کی یادگار ہے اور ان کو اب ایک نئے ادبی نصب العین کی تلاش ہے۔ ان میں سے ایک تنقید سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شاعری کیسی نہیں ہونی چاہیے اور دوسری سے یہ کہ کیسی ہونی چاہیے۔

ظہور اسلام سے کوئی چالیس برس قبل کے ایک شاعر امرؤ القیس کے بارے میں آنحضرتؐ کا یہ قول مبارک نقل ہوا ہے کہ ''اشعر الشعراء وقایدہم الی النار'' کہ وہ شاعروں کا سرتاج ہونے کے ساتھ جہنم کے راستے پر ان کا سردار بھی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امرؤ القیس کی شاعری میں ہمیں کن چیزوں سے سابقہ پڑتا ہے؟ (وہ چیزیں عبارت ہیں) شراب ارغوانی کے ادوار، عشق و محبت کے مضمحل کنندہ جذبات و کیفیات، ازمنۂ قدیم میں طوفانی ہواؤں کی نذر ہو چکی ہوئیں بستیوں کے کھنڈرات پر دلدوز آہ و فغاں اور خاموش صحراؤں کے الہام بخش مناظر کی دلفریب تصاویر سے اور قدیم عربستان کی بہترین ترجمانی (درحقیقت) ہے بھی یہی۔ امرؤ القیس کی شاعری کی کشش قوت ارادی سے زیادہ تخیل کو متاثر کرتی ہے اور وہ قاری کے ذہن پر مجموعی طور پر ایک نشہ آور بے خودی کا تاثر چھوڑتا ہے۔

آنحضرتؐ کا متذکرہ بالا تنقیدی تبصرہ فنون لطیفہ کے بارے میں اس انتہائی اہم اصول کی جانب ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ضروری نہیں کہ جو شے فنون لطیفہ کے حوالے سے 'خوب' ہو زندگی میں بھی 'خوب' ہی سے مشابہت رکھتی ہو۔ چنانچہ ہوسکتا ہے کہ ایک شاعر کی شاعری بہت عمدہ ہونے کے باوصف (اپنی تاثیر کے اعتبار سے) معاشرے کو دوزخ کی طرف دھکیل رہی ہو۔ شاعر کا بنیادی فعل ہی دوسروں کو لبھانا ہے۔ کتنی بدنصیب ہے وہ قوم جس کا شاعر زندگی کی آزمائشوں کو خوبصورت اور پرکشش بنا کر پیش کرنے کے بجائے زوال و انحطاط کو اس طرح صحت و توانائی کی تمام تر دلفریبیوں کے ساتھ آراستہ کر کے پیش کرے کہ قوم گمراہ ہو کر ہلاکت و نابودی کے راستے پر چل نکلے! چاہیے تو یہ کہ وہ اپنی فطرت کے غنا کے باعث اپنی ذات میں موجود حیات و قوت کی بے حد و حساب دولت میں کسی حد تک دوسروں کو بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شریک کرے نہ یہ کہ جو رہی سہی پونجی ان کے پاس موجود ہے وہ چوروں کی طرح اس سے بھی ان کو محروم کر دے۔

اسی طرح ایک اور موقع پر قبیلہ عبس سے متعلق ایک شاعر عنترہ کا مندرجہ ذیل شعر آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

ولقد ابیت علی الطوی واظنہ حتی انال بہ کریم المأ کل

یعنی میں نے بہت سی راتیں محنت و مشقت میں بسر کیں تا کہ میں ایک باوقار شخص کے شایان شان حلال روزی کما سکوں۔ نبی کریمؐ جن کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ زندگی کو دلکش اور اس کی سختیوں کو خوش آیند بنا کر دکھائیں یہ شعر سن کر بے پناہ مسرور ہوئے اور آپ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کسی عرب کی تعریف نے مجھے کبھی اس حد تک متاثر نہیں کیا کہ مجھ میں اس سے ملاقات کی خواہش پیدا ہو جائے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ میں اس شعر کے خالق سے ضرور ملنا چاہوں گا! ذرا تصور کریں کہ ایک ایسی ہستیؐ جس کے چہرۂ اقدس پر ایک نظر ڈال لینا دیکھنے والے کے لیے سرمدی برکات کا سرچشمہ ہو ایک بے دین عرب سے اس کے محض اس شعر کی وجہ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر رہی ہے۔

آنحضرتؐ کی جانب سے اس شاعر کی ایسی غیر معمولی عزت افزائی سے نوازے جانے کا آخر کیا سبب ہو سکتا ہے؟ اس کی وجہ اس کا یہ صحت افزا اور توانائی بخش شعر ہے جس میں باوقار محنت و مزدوری کی عظمت کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے۔ آپؐ کی طرف سے اس شعر کی تعریف آرٹ کے بارے میں ایک بڑے ذی قیمت اصول کی جانب ہماری رہنمائی کرتی ہے اور وہ یہ کہ آرٹ حیات کے تابع ہے، اس سے برتر نہیں۔ ساری انسانی تگ و دو کا منتہائے مقصود زندگی ہے۔ ایسی زندگی جو شوکت، قوت، اور جوش و سرخوشی سے مملو اور سرشار ہو۔ پس تمام انسانی آرٹ کو اسی منتہائے مقصود کا مطیع و منقاد بنانے کی ضرورت ہے اور کسی بھی شے کی قدر و قیمت کے پرکھنے کا معیار یہی ہونا چاہیے کہ اس میں حیات بخشی کی قدرت کس قدر ہے۔ ارفع آرٹ وہی ہے جو ہماری خوابیدہ قوت ارادی کو بیدار کرتا ہے اور ہمیں زندگی کی آزمائشوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی ہمت دیتا۔ (اس کے برعکس) ہر وہ شے جو ہم پر غنودگی طاری کرے اور ہمیں گرد و پیش کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقائق سے جن پر غلبہ پانے ہی پر زندگی کا انحصار ہے، چشم پوشی کی ترغیب دے، وہ فرسودگی اور موت کا پیغام ہے۔ آرٹ میں افیون نوشی کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔ فن برائے فن کا عقیدہ انحطاط وزوال کے مسلک کی ایک عیارانہ اختراع ہے جس کا مقصد ہمیں دھوکہ دے کر حیات وقوت سے محروم کرنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ آنحضرتؐ نے عنترہ کے شعر کی تعریف کر کے ہمیں ہر نوع کے آرٹ کی مناسب جانچ کا اصل الاصول عطا فرما دیا ہے۔

(۲)

میری نظر میں آرٹ کو حیات اور شخصیت پر فوقیت حاصل نہیں بلکہ وہ ان کے ماتحت ہے۔ میں نے اپنے اس خیال کا اظہار بہت عرصہ قبل ۱۹۱۴ء میں اسرار خودی میں اور اس کے بارہ برس بعد زبور عجم کی (آخری) نظم میں ایک بار پھر کیا۔ اس نظم میں میری کوشش یہ رہی ہے کہ ایک ایسے مثالی فنکار کے روحانی ارتقا کی تصویر کشی کروں جس کے ہاں محبت کا اظہار جمال وجلال کی وحدت کی صورت میں ہوا ہو، چونکہ:

دلبری بی قاہری جادوگری است   دلبری با قاہری پیغمبری است [۲۷]

۔۔۔ کسی قوم کی روحانی صحت کا انحصار بڑی حد تک اس الہام کی نوعیت پر ہوتا ہے جس کا نزول اس کے شعرا اور فنکاروں پر ہوتا ہے لیکن (یاد رہے کہ) الہام کوئی ایسی چیز نہیں جس کے انتخاب میں انسان کی اپنی مرضی کو کوئی دخل ہو۔ یہ ایک ایسا عطیہ ہے جسے قبول کرنے سے قبل، قبول کرنے والا اس کی نوعیت کے بارے میں کسی قسم کی ناقدانہ رائے زنی نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شخصیت جس پر اس کا نزول ہوتا ہے اور الہام کی زندگی بخش یا اس کے برعکس نوعیت دونوں بنی نوع انسان کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل چیزیں بن جاتی ہیں۔ ایک انحطاط پذیر فنکار کا الہام، اگر اس کے فن میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ اس کے رفقا کے دلوں کو اس کے نغمے یا تصویر کی جانب لبھا سکے تو (اپنے مضر اثرات کے حوالے سے) تن تنہا اٹیلا اور چنگیز خان کے پورے پورے لشکروں سے زیادہ متعلقہ قوم کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے زمانۂ جاہلیت کے سب سے بڑے شاعر، امرؤالقیس کی نسبت جب یہ کہا کہ''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اشعر الشعراء وقایدہم الی النار' تو آپ کی مراد یہی تھی۔

مشہود کو نامشہود کی تشکیل وتکوین کا اختیار دینے کا مطلب جسے سائنسی زبان میں فطرت کے ساتھ ہم آہنگی کا نام دیا جاتا ہے' یہ ہے کہ انسانی روح پر اس کی فوقیت کو تسلیم کرلیا جائے، جبکہ قدرت کے حصول کا انحصار اس بات پر ہے کہ فطرت کے مہیجات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے نہ یہ کہ اس کے اثرات وعوامل کے سامنے بلاچون وچرا ہتھیار ڈال دیے جائیں۔ ''ہے'' کو قبول نہ کرنا اور اسے ''چاہیے'' میں بدلنے کے لیے کوشاں رہنا ہی صحت وزندگی کی علامت ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ انحطاط اور موت کے سوا کچھ نہیں اور خدا اور انسان دونوں کی حیات کا دارومدار پیہم تخلیق پر ہے۔

حسن را از خود بردن جستن خطاست آنچہ می بایست پیش ما کجاست؟

ہر وہ فنکار جس کا وجود انسانیت کے لیے آیۂ رحمت ہے وہ زندگی کو جوں کا توں قبول نہیں کرتا۔ وہ اللہ تعالی کے ساتھ شریکِ عمل ہوتا ہے اور وقت اور ابدیت کے لمس کو اپنی روح میں محسوس کرتا ہے۔ فختہ کے بقول ''اس شخص کے برعکس جسے سب چیزیں اپنی اصلی جسامت سے کہتر، باریک تر، اور خالی تر نظر آتی ہوں، ایسا فنکار فطرت کے سب مشہودات کو بھرپور انداز سے، بڑے پیمانے پر اور فراوانی کے ساتھ دیکھتا ہے۔'' دور جدید فطرت سے اکتساب الہام کے لیے کوشاں ہے لیکن (یاد رہے کہ) فطرت ''ہے'' کے سوا کچھ نہیں اور اس کا ہدف بنیادی طور پر ''چاہیے'' کے حصول کے لیے ہماری تگ ودو کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنا ہے، جسے ایک فنکار فقط اور فقط اپنے وجود کی اتھاہ گہرائیوں ہی میں تلاش کرسکتا ہے۔ رہا مسئلہ اسلام کی ثقافتی تاریخ کا تو میرا عقیدہ یہ ہے کہ سوائے ایک فنِ تعمیر کے' اسلامی آرٹ (بشمول موسیقی، نقاشی اور کسی حد تک شاعری کے) ابھی تک درحقیقت عالم وجود ہی میں نہیں آیا۔ میری مراد یہاں اس آرٹ سے ہے جس کا منتہائے مقصود انسانی ذات میں خدائی صفات کا انجذاب ہے (تخلقوا باخلاق اللہ) [۲۸] جو انسان کو ایک لامحدود الہام کا سرچشمہ (اجر غیر ممنون) [۲۹] مہیا کرتا ہے۔ جس کی بدولت وہ بالآخر خلیفۃ اللہ فی الارض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے منصب پر فائز ہو جاتا ہے۔

مقام آدم خاکی نهاد دریابند مسافران حرم را خدا دهد توفیق [۳۰]

خوالہ جات

۱ـ تہران: انجمن آثار و مفاخر فرہنگی، ۱۳۷۷ شمسی/ ۱۹۹۹ء

۲ـ مرداد ماه ۱۳۴۰ شمسی/ جون ۱۹۶۱ء، ص ۷ـ۳

۳ـ "Our Prophet's Criticism of Contemporary Arabian Poetry," *The New Era*, Lucknow, 28 July 1917, p.251, reproduced in Latif Ahmed Sherwani(comp.), *Speeches, Writings and Statements of Iqbal*, (Lahore: Iqbal Academy, 3rd revised and enlarged edition, 1977), pp.124-25

۴ـ *Muraqqa-i-Chughta'i: Paintings of M.A. Rahman chughtai*, with full Text of *Diwan-i-Ghalib*, Foreword by Dr Sir Mohammad Iqbal, and Introduction by Dr James H. Cousins (Lahore: Print Printo, n.d.)

۵ـ کلیات اقبال (فارسی) (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، ۱۹۷۳ء)، ص ۵۷۹؛ قس: اقبال لاہوری، "نظر انتقادی پیغمبر اسلام راجع بہ شعر" برگردان از سید وزیر الحسن عابدی، در محمد سلیم اختر، اقبال شناسی: جستاری در اندیشہ و ہنر علامہ دکتر محمد اقبال لاہوری (تہران: انجمن آثار و مفاخر فرہنگی، ۱۳۷۷ شمسی)، ص ۲۳

۶ـ اقبال شناسی، ص ۲۴

۷ـ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، اشاعت دوم، ۱۹۸۳ء، ص ۹۸ـ۱۹۷

۸ـ ملاحظہ ہو: فٹ نوٹ ۳، بالا

۹ـ مشہد: شرکت بہ نشر، ۱۳۷۲ شمسی، ص ۹۱ـ۲۹۰

۱۰ـ اقبال شناسی، ص ۲۰

۱۱ـ زندگی و افکار علامہ اقبال لاہوری، جلد اول، ص ۲۹۱

۱۲ـ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانشگاہ پنجاب، جلد دوم، لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۲۳۶ـ۴۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۳۔ ایضاً،جلد ۱۸،۱۹۵۸ء،ص ۸۴۔۸۱

۱۴۔ ایضاً،جلد سوم،ص ۲۳۹

۱۵۔ مزید اطلاعات کے لیے ملاحظہ ہو: John Canning (ed.), *100 Great Kings, Queens and Rulers of the World*(London: Souvenir, 1973), pp.172-77

۱۷۔ فرہنگ معین،(متوسط)(تہران:امیر کبیر،۱۳۶۴شمسی)،جلد پنجم،''چنگیز خان''

۱۸۔ مزید معلومات کے لیے دیکھیے: Bashir Ahmad Dar, *Iqbal and Post-Kantian Voluntarism*, (Lahore:Bazm-i-Iqbal, 1965) , pp. 52-72

۱۹۔ کلیات اقبال،(فارسی)،ص ۸۱

۲۰۔ ایضاً،ص ۱۶۵

۲۱۔ ایضاً،ص ۹۴۷

۲۲۔ ایضاً،ص ۲۱

۲۳۔ ''در دل مسلم مقام مصطفیٰ است — آبروی ما ز نام مصطفیٰ است'' ایضاً،ص ۱۹

۲۴۔ ''تا شعار مصطفیٰ ز دست رفت — قوم را رمز بقا از دست رفت'' ایضاً،ص ۱۲۸

۲۵۔ بہ نقل از اسرار خودی،ایضاً،ص ۲۱

۲۶۔ ایضاً،ص ۱۹۰

۲۷۔ ایضاً،ص ۵۸۷

۲۸۔ صوفیۂ کرام کے آثار میں یہ عبارت بالعموم'' حدیث نبوی'' کے طور پر پیش کی جاتی ہے،لیکن احادیث کے مستند مجموعوں میں اس کا کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔نیز ملاحظہ ہو:نور الدین عبد الرحمان جامی، نفحات الانس من حضرات القدس،مقدمہ،تصحیح وتعلیقات از محمود عابدی(تہران:اطلاعات،۱۳۷۰شمسی)،تعلیقات،ص ۸۷۳۔۸۷۲

۲۹۔ قرآن مجید،۸۴:۲۵؛قرآن مجید ۹۵:۶

۳۰۔ کلیات اقبال(فارسی)،ص ۵۰۵

© rasailojaraid.com